# دین کی غربت اور تہذیبِ مغرب

جناب منیر احمد خلیلی صاحب

(۲)

**پس چہ باید کرد** اس طبقے کو اس مشکل اور تکلیف دہ صورتِ حال سے خلاصی کے تین رستوں میں سے کوئی ایک اختیار کرنا ہوگا۔

پہلا رستہ تو یہ ہے کہ اسلام کا طوق گلے سے اُتار پھینکا جائے۔ اس پر کان ہی نہ دھرے جائیں۔ بتانے اور سکھانے والوں سے مُنہ پھیر لیا جائے۔ نہ تعلیماتِ دین سیکھی اور سُنی جائیں، نہ احکاماتِ اسلام پر عمل کی کوئی فکر و رغبت پائی جائے۔ سیدھے سیدھے طریقے سے کھلے عام بے دینی اختیار کر لی جائے۔ جو چیز جو کام اور جو معاشرتی تقاضے اپنے مفاد میں ہوں اُنہیں اختیار کر لیا جائے، جو اپنی خواہشوں کی تکمیل میں رکاوٹ اور آزادانہ طرزِ زندگی کے منافی ہوں اُنہیں کُھلے طور پر رَد کر دیا جائے۔ خدا کا خوف اور رسولؐ کا پاس و احساس ایک ہی جست میں دل و دماغ سے نکال دیا جائے، اور مادہ پرستی کو بطور دین اپنا لیا جائے۔ جدید تہذیب کی پیروی میں اتنی پیش رفت حاصل کر لی جائے کہ اُس کی ہر بُرائی کو بھی بھلائی باور کیا جائے۔ یہ کُھلا ارتداد ہے۔

بظاہر یہ آسان امر ہے لیکن ایسا کرتے ہوئے چاہیں نہ چاہیں یہ حقیقت بار بار ہمارے سامنے آتی ہے کہ کائنات میں کوئی پتا بھی امرِ ربّی کے بغیر اور مشیّت ایزدی کے خلاف حرکت نہیں کر رہا ہے۔ کائنات میں بکھرے ہوئے اِن ان گنت چھوٹے بڑے مظاہرِ فطرت اور خود انسان کی اپنی تخلیق اور نشوونما اور اعضا و جوارح کا ہر عمل اُس طبعی قانون کے مطابق ہو رہا ہے جس کے شکنجے میں زمین و آسمان، ستارے اور کہکشاں، سمندر

اور پہاڑ، ہوا اور سورج، نباتات اور جمادات، ذی روح اور بے جان ہر چیز کو کس دیا گیا ہے۔ نہ زندگی اپنے اختیار میں ہے نہ موت سے مفر ہے۔ نہ بیماری پوچھ کر آتی ہے، نہ صحت اپنی مرضی سے مل سکتی ہے۔ رزق کی تقسیم کسی بالائی طاقت کے منشا کے مطابق ہو رہی ہے۔ عزت اور ذلت کسی قادر ہستی کے ہاتھ میں ہے۔ نوکری، عہدہ، منصب، حکومت، اقتدار سب کسی بڑی قوت اور قدرت والے نے اپنے قبضے میں رکھے ہوئے ہیں۔ جسے چاہتا ہے دیتا ہے، جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ اب اگر کوئی حصولِ دُنیا کے لیے دین گنوا دے اور دُنیا بھی ہاتھ نہ آئے تو سوچنے کی بات ہے کہ یہ گھاٹے اور خسارے کا سودا ہے یا نفع کا؟ ظاہر ہے کہ اس سے بڑا کاروبار زیاں کوئی نہیں ہو سکتا کہ دین کی قیمت پر دُنیا لینے نکلے اور دُنیا اس گراں قیمت پر بھی میسر نہ آئے۔

دوسرا رویہ یہ ہے کہ دین کو ترک نہ کیا جائے۔ سُنا اور سمجھا جائے، اس کا علم حاصل کیا جائے۔ اس سے تھوڑی بہت عقیدت اور لگاؤ بھی ظاہر کیا جائے۔ لیکن اس کے ساتھ برتاؤ ایسا کیا جائے کہ جو فرمانِ خداوندی ہماری دلچسپیوں اور مفادات پر ضرب لگاتا ہو اُسے چھپا دیا جائے۔ جو احکامِ الٰہی ہماری دُنیا داری کے رستے میں مانع ہوں اُنھیں کتابِ دل سے مٹا دیا جائے۔ سنانے والے سنانے سے اور سُننے والے عمل سے گریز کریں۔ جو حصۂ دین اچھا اور آسان لگے اُسے کسی قدر بروئے کار لے آئیں اور جو اجزائے دین مشکل اور کاروبارِ حیات پر چوٹ لگائیں انھیں پسِ پشت ڈال دیں۔ یہ روش پہلی سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس کے مہلک ہونے پر تاریخِ ادیان گواہ ہے۔ پچھلے انبیاء کے قصص پڑھنے سے ہمارے سامنے یہی حقیقت سامنے آتی ہے کہ اُن کی قوموں نے بالکل یہ طرزِ عمل اختیار کیا تھا۔ خاص طور پر بنی اسرائیل کا چلن دینِ حق کے معاملے میں یہی تھا۔ قرآن اس قوم کی اس مجرمانہ سوچ اور ڈگر کے بارے میں بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ ہمیں بتاتا ہے۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ

عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۝ (البقرۃ - ۸۵)

"تم کتاب کے بعض حصوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض سے انکار کرتے ہو؟ پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں، ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دُنیا کی زندگی میں بھی ذلیل وخوار رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں۔ اللہ ان حرکات سے بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو"۔

خدا کے دین اور کتاب ہدایت کے ساتھ مجرمانہ سلوک اور مُرتدانہ رویے کا یہ پہلا مرحلہ تھا جس کو بنی اسرائیل نے شعار بنایا۔ یا کوئی بھی بار راہ اور باطل پسند گروہ بنا سکتا ہے عوام کا حال یہ ہوتا ہے کہ خواہشاتِ نفسانی کے تابع، اغراض کے بندے اور ظن و گمان پہ کاربند ہوتے ہیں۔

وَمِنۡهُمۡ اُمِّيُّوۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِىَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ ۔ (البقرہ - ۷۸)

"ان میں سے ایک (دوسرا) گروہ اُمیوں کا ہے جو کتاب کا تو علم رکھتے نہیں، بس اپنی بے بنیاد اُمیدوں اور آرزوؤں کو لیے بیٹھے ہیں اور محض وہم و گمان پہ چلے جاتے ہیں"۔

عوام کے برعکس خواص جو کتاب سے تعارف و تعلق اور اُس کی تعلیمات سے آگاہی رکھتے تھے، کتاب کے جس حصے کو خلاف منشاء مفاد پاتے اُسے ماننے سے انکار کر دیتے، اُس کے اظہار و بیان اور قرأت و سماعت کا سلسلہ بند کر کے اپنی طرف سے اُسے چھپا دیتے تھے۔ جن حصوں پر عمل سے اُنہیں اپنی بڑائی قائم کرنے اور دُنیوی نفع کی توقع ہوتی اُسے اختیار کر لیتے تھے۔ لیکن چونکہ حقیقت کتاب میں موجود رہتی اور احتمال ہوتا کہ کبھی نہ کبھی ان کے سامنے آ کر ان کے مکروہ چہرے اپنے آئینے میں دکھا دے گی۔ چنانچہ انہوں نے اس کا علاج یہ کیا کہ حق پر پردے ڈال کر چھپا دیا، کہیں اُسے تاویلوں، بحثوں اور منطق کی موشگافیوں کے ذریعے اُس میں ایسا تغیر و تبدل پیدا کر دیا کہ حق پر باطل اور باطل پر حق کا رنگ چڑھا دیا۔

یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (اٰلِ عمران - ۷۱)

"اے اہلِ کتاب! کیوں حق کو باطل کا رنگ چڑھا کر مشتبہ بناتے ہو؟ کیوں جانتے بوجھتے حق کو چھپاتے ہو"

تلبیسِ باطل اور کتمانِ حق پر بھی بات ختم اور معاملہ جاکر رُک نہ گیا۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اُن کے مذہبی رہنماؤں نے اللہ کے حلال کیے ہوئے کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے کا گھناؤنا کاروبار شروع کر دیا۔ من مانی اور خود ساختہ باتوں کو وہ کتاب اللہ کے طور پہ پیش کرنے اور اِس خدمت کا باقاعدہ معاوضہ صول کرنے لگ گئے۔ اِس کام کے عوض ان کی جو کمائی ہوتی اُس سے وہ اپنی دُنیا کی تعمیر اور مادی خواہشات کی تکمیل کرتے اور دین و کتاب کا حُلیہ بگاڑتے رہے۔ اسی روش کے باعث وہ اللہ کے غضب کا شکار ہوئے۔ پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اُنہیں اُس شرف وفضیلت سے محروم کر دیا گیا جو اللہ نے اُنہیں دُنیا کی دوسری قوموں پہ عطا کر رکھی تھی۔

ہم میں سے اگر ایک طبقہ اُسی طرزِ عمل کو اختیار کرنے کی خواہش اور کوشش کرتا ہے تو اُسے جان لینا چاہیے کہ اُسے ذہنیت اور عمل کے اعتبار ہی سے نہیں بلکہ انجام اور نتیجے کے لحاظ سے بھی بنی اسرائیل کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا۔ ایسے گروہ کو اللہ تعالیٰ کے اس انتباہ کو پیشِ نظر رکھ لینا چاہیے کہ:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗٓ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ز یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ ط ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ (المائدہ - ۵۴)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ بہت جلد بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کو

محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا، جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جدوجہد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔"

مومنوں کو اُس مغضوب اور ملعون قوم جیسا رویہ رکھنا تو درکنار، اُس کے افراد سے دوستی کا تعلق رکھنے سے بھی سختی سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○

(المائدہ ۵-۵۷)

"اے لوگو! جو ایمان لاتے ہو، تمہارے پیش رو اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے تمہارے دین کو مذاق اور تفریح کا سامان بنالیا ہے انہیں اور دوسرے کافروں کو اپنا دوست اور رفیق نہ بناؤ۔ اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔"

جب یہ طے ہے کہ پہلی دونوں روشیں ہمارے لیے نہ گوارا ہیں نہ ممکن۔ ہم اسلام جیسی عظیم دولت کو گنوانے اور سب سے بڑی نعمت کو ضائع کرنے کے جرم کا ارتکاب نہیں کر سکتے۔ اِس کی تعلیمات کو چھپا کر انہیں جھوٹ اور باطل کا رنگ چڑھا اور اِس کی اصل کو کسی نقل سے بدل بھی نہیں سکتے۔ پھر ہمیں لازماً ایک تیسری صورت اختیار کرنی ہوگی: وہی مناسب اور صحیح ہے اور اُسی میں ہمارے مسائل کا حل اور مشکلات سے نکلنے کا راستہ ہے۔ یہ صورت اختیار کرنے والے معاشرے میں تعداد اور قوت و اثر کے لحاظ سے خواہ قلیل و کمزور ہی ہوں، انہیں اپنے مفاسد ماحول میں اجنبی اور انوکھے لوگ ہی تصور کیا جائے لیکن بَدَءَ الْاِسْلَامُ والی حدیث کے آخری جملے میں انہی لوگوں کے شرف و عظمت کی خبر دی گئی ہے۔ فرمایا فَطُوبٰی لِلْغُرَبَاءِ ناساز گار اور دین سے بیزار ماحول میں دعوتِ حق کا علم اٹھانے والے مبارک ہیں، ان کو خوشخبری ہو۔ یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ محبوب رکھتا ہے اور جو اللہ کے ساتھ محبت و اطاعت کا تعلق رکھتے ہیں۔ انہیں زمانے

والوں کی پھبتیوں اور گالیوں کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ وہ اللہ کی محبت میں اپنے وقت کے معاندین اور ظالمین کے سارے تیرِ ستم اپنے سینے پہ کھاتے اور ہر زخم پہ مسکراتے اور جہاد کی راہ پہ آگے بڑھتے رہتے ہیں۔

زمانہ ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ نہیں ہے۔ حالات موافق نہیں ہیں، مفادات کو خطرہ ہے، تعلقات میں رخنے پیدا ہو جانے کا ڈر ہے، رشتے ناطے ہونے میں رکاوٹیں پیدا ہو رہی ہیں، غرض حالات خواہ کیسے ہی سنگینی دکھا رہے ہوں، لیکن ہمارا کام ہے کہ پوری وفاداری اور سعادت مندی اور شعور کی پوری گہرائی کے ساتھ دین سے اپنا محکم و مضبوط تعلق قائم کریں۔ اس سے انحراف اور بُعد کی کسی خفیف صورت کو بھی اختیار نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنا شیوہ بنائیں۔ دین سے تعلق کا سودا ہمیں ہر حال میں اور سراسر منافع کا سودا محسوس ہو اور اسی تعلق میں دُنیا و آخرت کی سرفرازیاں اور کامیابیاں مضمر دکھائی دیں۔ اس تعلق پر ہمیں کوئی پچھتاوا اور احساس زیاں نہ ستائے۔ اللہ کی قدرت اور کارسازی پہ ہمارا ایمان ہمارے لیے مشکلات و مصائب اور مسائل کے خارزاروں اور اندھیروں میں مشعلِ راہ کا کام دے ہمیں یہ یقین ہو کہ کسی طور پر بھی اس راہ میں ہمارے لیے خسارہ نہیں ہے۔ کتاب اللہ کے ساتھ ہمارا تمسک کسی معمولی سے ضعف سے بھی پاک ہو۔ ہمیں احساس و یقین ہو کہ زندگی کے کٹھن مراحل میں ٹھیک ٹھیک اور منزل رسا رہنمائی صرف اور صرف قرآنِ حکیم ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ حقیقت ہماری آنکھوں کے سامنے رہے کہ مسائل و فتن سے نکلنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے جو مخرج تجویز فرمایا وہ قرآن ہے۔ فرمایا "تم پر فتنے رُونما ہوں گے"۔ صحابہؓ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! ان سے نجات کی راہ کون سی ہے؟" فرمایا: "کتاب اللہ! اس میں تمہارے بعد میں پیش آنے والے واقعات بھی ہیں اور تم سے پہلے کے حالات بھی اور وہ فیصلے اور احکام بھی جو تمہارے لیے ضروری ہیں"۔ (ترمذی)

قرآن ہمارے لیے مسائل و مشکلات میں ہمارے لیے رہنمائی کرتے ہوئے جو راستہ ہمیں دکھاتا ہے وہ یہ ہے کہ ایمان و اطاعت اور یقین و تقویٰ کی رسّی کو مضبوطی سے

نظر میں رکھیں۔ اپنے مسائل سے نپٹنے اور معاملات کو درست کرنے کے لیے جھوٹے اور کمزور سہارے تلاش کرنے کے بجائے اصل، سب سے بڑا اور سچا سہارا اللہ تعالیٰ کو تصور کریں، جس نے خود فرمایا ہے:

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ط یُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ ط وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍ ہ وَمَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّضِلٍّ ط اَلَیْسَ اللّٰہُ بِعَزِیْزٍ ذِی انْتِقَامٍ ہ

"(اے نبیؐ) کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟ یہ لوگ اس کے سوا دوسروں سے تم کو ڈراتے ہیں۔ حالانکہ اللہ جس کو گمراہی میں ڈال دے اُسے کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہے۔ اور وہ جسے ہدایت دے، اُسے بھٹکانے والا بھی کوئی نہیں۔ کیا اللہ زبردست اور انتقام لینے والا نہیں ہے"۔ (الزمر۔ ۳۶، ۳۷)

اُس اللہ سے بڑھ کر اور کون سہارا اور مددگار ثابت ہوسکتا ہے جس نے سا تھ سے زیادہ مرتبہ توکّل کا ذکر کیا اور اس کی حقیقت اپنی کتاب حکیم میں بیان کی ہے۔ جس نے منکرین حق کے انکار و مخالفت کے جواب میں اپنے نبیؐ کو اسی توکّل کی تائید اور یہ الفاظ سکھائے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ہ (التوبہ۔ ۱۲۱)

"اگر یہ لوگ تم سے منہ پھیرتے ہیں تو اے نبیؐ، ان سے کہہ دو کہ میرے لیے اللہ بس کرتا ہے، کوئی معبود نہیں مگر وہ، اُسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ مالک ہے عرشِ عظیم کا"۔

توکّل علی اللہ کی اس عظیم خصوصیت کے ساتھ خدا ترسی اور خوف و خشیّت کا جوہر ملتا ہے تو مومن کو مشکلات کی تنگ گھاٹیوں سے نکال کر اللہ تعالیٰ وسعتوں اور فراخیوں سے دوچار کرتا ہے۔ منفی حالات اور گوناگوں اندیشوں کے بادل چھٹنے لگتے ہیں۔ روزی کی اُلجھنیں رفع ہوجاتی ہیں۔ مسائل کے حل از خود نکلتے دکھائی دینے

ہیں۔ پریشان کن معاملات اللہ کی قدرت سے سلجھنے لگتے ہیں اور اطمینان وسکون کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ (الطلاق-۳)

"جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا۔ اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اس کا گمان بھی نہ جاتا ہو۔ جو اللہ پر بھروسہ کرے اس کے لیے وہ کافی ہے۔ اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے۔

اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (یوسف-۹۰)

"حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی تقویٰ اور صبر سے کام لے تو اللہ کے ہاں ایسے نیک لوگوں کا اجر مارا نہیں جاتا۔"

---